Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 37, Sr.No.103, 2016 pp 126 - 134

مجلہ تحقیق
مجلہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۷، اپریل۔ جون ۲۰۱۶ء، شمارہ ۱۰۳

میراجی کی نظم نگاری

محمد رمضان☆

Abstract:

Meera Gee is the founder and predecessor of new poetry. He has not only rebeled from classical poetry but also given it new form that is quite different in appearance, experience, mode, symbols, words and topics He borrowed nature and topics from west and braid these in local context. He also picked symbols, references and signs from Hindu poetry to embed these in urdu poetry. He made poetry by hiding sex in rare covers. in this way, he tried to develop a liason of Hindu and western poetry to difuse these in urdu poetry . it can rightly be said that he introduced new horizons in urdu poetry . Meera Gee was not only a poet but also a critic. His study was very vast. His cirticizm has its own identity and angles.

میراجی جن کا اصل نام محمد ثناءاللہ ڈار تھا، منشی محمد مہتاب الدین کے ہاں ۲۵، مئی ۱۹۱۲ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ میراجی "نئی شاعری" کے بانی اور پیش رو ہیں۔ انھوں نے اردو شاعری کی روایت سے بغاوت ہی نہیں کی بلکہ اسے ایک ایسی صورت بھی دی جو میراجی کے دور تک تخلیق کی جانے والی اردو شاعری سے ہیئت، تجربہ، اسلوب، علامات، اصناف سخن، لفظیات اور موضوعات کے اعتبار سے بالکل علیحدہ اور مختلف تھی، انھوں نے اردو شاعری کی روایت کو ترک کر دیا اور مغرب سے ہیئت و موضوعات لے کر ہندو دیو مالا میں اس لیے اتر گئے تا کہ ہندی آواز و لہجہ کو بھی اردو شاعری کے مزاج میں سمونے کا تجربہ کر سکیں۔

☆ پی ایچ ڈی اسکالر اُردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

میرا جی نے علامات، تلمیحات و کنایات ہندوی شاعری سے لے کر اس اردو شاعری کی روایت میں جذب کر دیا اور جنس کو ابہام کے لطیف پردوں میں چھپا کر شاعری کی۔ وہ ایک طرف تو ہندی شاعری سے ناتا جوڑتے ہیں اور دوسرے طرف ڈی، ایچ لارنس، بودلیئر، ایڈ گرایلن پو، میلارمے اور فرائڈ کے نظریات کو اردو ادب کے مزاج میں شامل کر دیتے ہیں انھوں نے اردو شاعری کو نئے امکانات سے روشناس کر کے نئے افق روشن کر دیے۔ میرا جی صرف شاعر ہی نہیں نقاد بھی تھے۔ ان کا تنقیدی سرمایہ دو کتابوں پر مشتمل ہے۔ پہلی کتاب ہے "اس نظم میں" میں دوسری کتاب "مشرق و مغرب کے نغمے" ہے صلاح الدین احمد لکھتے ہیں۔

> "اس نظم میں" میرا جی نے تنقید، تبصرہ یا تجزیہ کے لیے نظموں کا انتخاب کیا ہے۔ ان کی نظر عموماً ایسی نظموں اور ایسے شاعروں پر ٹھہری ہے جن میں عام روش سے انحراف کے آثار ہیں میرا جی نے تنقیدی تجزیے کے لیے ۲۳ شعرا کی ۵۰ نظموں کا انتخاب کیا ہے [۱]

میرا جی کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ جب وہ لاہور میں تھے تو لاہور کی دیال سنگھ لائبریری وہ چاٹ چکے تھے۔ وہ اردو صحیح بولتے اور صحیح لکھتے تھے۔ عروض سے خوب واقف تھے میرا جی کا تعلیمی پس منظر تو نہ ہونے کے برابر تھا۔ لیکن جب انھیں محبت میں ناکامی ہوئی تو ردعمل کے طور پر انھوں نے اپنے آپ کو مطالعہ میں غرق کیا تو مطالعہ شعر کا انتخاب کیا صلاح الدین احمد لکھتے ہیں۔

> "ہندو دیو مالا، فلسفہ ویدانت اور بھگتی کے شعری ادب میں اس کے لیے ایک خاص دلکشی پنہاں تھی اور اسی دل کشی نے آگے چل کر اس کی تخلیقات ادب پر، عام اس سے کہ وہ نثر میں ہوں، یا نظم میں ایک شدید اور واضح اثر کیا۔ اپنی قدیم المثال ذہانت سے کام لے کر وہ انگریزی ادبیات کے بحر ذخائر میں کود پڑا اور جب اس میں سے نکلا تو اس کے ہاتھ موتیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ انگریزی ہی کے توسط سے اس نے دنیا کی قریب قریب ہر زبان کی شاعری کا مطالعہ کیا" [۲]

میرا جی بودیلیئر، میلارمے، فرائڈ لارنس، امیر خسرو انشا، غالب اور تاثیر سے بہت متاثر تھے، لارنس بودیلیئر اور پو کی شخصیتوں کا تجزیہ انھوں نے جس طرح سے اپنی تحریروں میں کیا ہے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے واسطے سے میرا جی اپنے آپ کو کرید رہے تھے اور اپنے آپ کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ انھوں نے ایسے شاعروں کی شخصیتوں کو بھی ٹٹولا ہے جن سے بظاہر ان کا کوئی رابطہ نظر نہیں آتا دراصل وہ جاننا یہ چاہتے تھے کہ شاعر کس طرح جیتے ہیں، ان کی ذات کس طرح سے بنتی اور بگڑتی ہے، کیا کیا روپ بدلتی ہے اور تخلیقی نفس کو کس طرح متاثر کرتی ہے۔ ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں۔

> ''میرا جی ذہنی اعتبار سے مغرب کے جدید علوم کی طرف راغب تھے لیکن اُن کی فکری جڑیں قدیم ہندوستان میں پیوست تھیں مشرق و مغرب کے اس دلچسپ امتزاج نے اُن کی شخصیت کے گرد

ایک پراسرار سا جال بن دیا تھا تھا چنانچہ اُن کے قریب آنے والا اُن کے سحر مطالعہ میں گرفتار ہو جاتا اور پھر ساری عمر اُس سے نکلنے کی راہ نہ پاتا۔ ''۳۴

میراجی کی نثر میں شاعری جو نیا طرز بیان نظر آتا ہے دراصل وہ اس خانہ جنگی کا نتیجہ ہے جو میراجی کے اندر جاری تھی ایک طرف تو وہ ہندی کی روایت میں اپنی جڑیں تلاش کر رہے تھے اور دوسری طرف وہ مغربی ادب سے تخلیقی طور پر رشتہ جوڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔ جس طرح پھٹے ہوئے دودھ میں پھٹکیں تیرتی ہیں اسی طرح میراجی کے زمانے کے ادب میں کچھ مارکیست، کچھ فرائڈ، کچھ ایلیٹ کچھ گور کی کچھ موپساں پھٹکوں کی طرح تیرتے دکھائی دیتے ہیں۔ میراجی کی شاعری کم از کم پھٹا ہوا دودھ نہیں ہے۔ ان کی طرز بیان تک میں نیا لہجہ شیر و شکر ہیں

میراجی کی تنقیدی تحریریں پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تنقیدی جانچ پرکھ کے لیے عقل و شعور سے کام لیا۔ ان کے تنقیدی مضامین کی نثر میں ہندی لہجہ کی تجدید کی گئی ہے۔ فقرے کچھ کچھ انگریزی نثر کی وضع کے ہیں۔ طرز بیان کا یہ نیا پن صرف ادب و زبان کے مطالعے کا فیض نہیں ہوسکتا۔ اس کے لیے وہ ایک طرف تو حال میں اپنے آپ کو دریافت کر رہے تھے۔ دوسری طرف وہ اپنا ذہنی اور روحانی رشتہ مہارانی میرابائی، جہنز اور آئن سٹائن سے جوڑ رہے تھے، وہ نئے طرز احساس کی خاطر زبان کے علاوہ اپنی ذات سے بھی برسر پیکار تھے۔ عجب بات ہے کہ میراجی جس وقت مغرب سے آئی ہوئی نئی تکنیک کو برت رہے تھے اسی وقت عہد قدیم کی ایک عورت مہارانی میرابائی کی بھی مالا جپ رہے تھے

''اس نظم میں'' جو تنقیدی سرمایہ یکجا کیا گیا ہے۔ میراجی کے یہ تمام مضامین ان دنوں کی یادگار ہیں جب وہ لاہور میں مقیم تھے اور "ادبی دنیا" سے منسلک تھے۔ اس وقت ان کی عمر کوئی بائیس تیئس برس تھی۔ ان کی یہ تنقیدی تحریریں ایک گراں قدر تخلیقی کارنامہ بھی ہیں۔ ان کی ان تحریروں سے ہمارے فکر و احساس کی تربیت بھی ہوئی ہے اور کچھ نئے راستے بھی دکھائی دیے ہیں میراجی کو یہ تنقیدی مضامین لکھنے کا خیال کیونکر آیا؟ اس کی وجہ میراجی خود ''اس نظم میں'' کے دیباچے میں تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"یہ شاید ۱۹۳۶ء یا ۱۹۳۷ء کا ذکر ہے کہ مغرب کے شعر و ادب کا مطالعہ کرتے ہوئے مجھے فرانیسی شاعر اسٹیفانے میلارمے کے کام سے شناسائی ہوئی مجھے اس کی کچھ نظموں کا مجموعہ انگریزی میں ملا۔ یہ ترجمہ آرٹ کے مشہور نقاد راجر فرائی نے اپنے فرصت کے لمحوں میں کیا تھا۔ انگریزی میں اس کی نظموں کا ترجمہ کرتے ہوئے بھی اکثر نظموں کے ساتھ ان کی شرح شائع کرنی پڑی تشریح وضاحت کا یہ کام چارلس موروں نے کیا تھا چارلس موروں نے ہر نظم کو سمجھنے

کے لیے جس انداز سے شرح لکھی تھی وہ طریقہ مجھے بہت پسند آیا"۴

جب میرا جی" ادبی دنیا" کے ادارے سے منسلک ہوئے تو انھوں نے تجویز پیش کی کہ اردو کے مختلف رسائل سے ہر ماہ چنے ہوئے مضامین کا جائزہ "ادبی دنیا" میں پیش کیا جائے۔ مدیر ادبی دنیا، میاں صلاح الدین ان کی اس تجویز کو پسند کیا لہذا ہر ماہ مضامین اور افسانوں کا جائزہ شروع کر دیا گیا۔" ادبی دنیا " کے قاری نے بھی اس سلسلہ کو پسند کیا تو اس بات سے متاثر ہو کر میرا جی نے ہر ماہ کی نظموں کا جائزہ بھی پیش کرنا شروع کر دیا۔ نظموں کا تنقیدی جائزہ لیتے وقت انھوں نے لاشعوری طور پر چارلس موروں کے انداز تشریح کو اختیار کیا۔ اس بات کا اعتراف وہ خود "اس نظم میں" کے دیباچے میں کرتے ہیں میرا جی لکھتے ہیں۔

"ذہین میں چارلس موروں کا انداز تشریح تو آسودہ تھا ہی۔ کچھ شعوری اور کچھ غیر شعوری طور پر میں نے بھی وہی طرز اختیار کی جو آگے چل کر انفرادی رنگ نمایاں کرتی گئی"۵

اس کی پانچ نظمیں شامل ہیں جن کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ اجنبی عورت، خود کشی، داشتہ، رقص، اور زنجیر میرا جی نے نظموں کا تنقیدی و تجزیاتی جائزہ لیتے ہوئے خالص عقلی و شعوری دلائل و شواہد سے کام لیا ہے۔ عورت اور جنس میرا جی کے محبوب موضوع ہیں۔ اس لیے انھوں نے زیادہ تر ایسی نظموں کا انتخاب کیا ہے۔ جن کا مرکزی کردار عورت ہے۔ انھیں عورت کے تصور سے ایک گونا محبت ہے وہ خود لکھتے ہیں جنسی فعل اور اس کے متعلقات کو میں قدرت کی بڑی نعمت سمجھتا ہوں اور جنس کے گرد جو آلودگی تہذیب و تمدن نے جمع کر رکھی ہے وہ مجھے ناگوار گزرتی ہے۔ اس لیے ردعمل کے طور پر میں دنیا کی ہر بات کو جنس کے اس تصور کے آئینے میں دیکھتا ہوں جو فطرت کے عین مطابق ہے اور جو میرا آدرش ہے ڈاکٹر جمیل جالبی اُن کے حوالے سے اپنی رائے کا اظہار کچھ اس طریقے سے کرتے ہیں۔

''میرا جی کو تصور سے پیار ہے، اُن کی شاعری میں چیزیں نہیں بلکہ چیزوں کا تصور ملتا ہے اُنہیں عورت سے زیادہ عورت کا تصور عزیز ہے منظر بھی منظر بن کر نہیں بلکہ تصور بن کر شاعری میں آتا ہے۔''۶

تجزیہ کرتے ہوئے میرا جی نے نظم کا سیاسی، سماجی، معاشرتی اور اخلاقی ماحول بیان کیا ہے۔ نظم کہنے سے پہلے شاعر کے ذہن میں جو جو باتیں اور شکوک و شبہات اٹھ رہے تھے۔ ان کو وضاحت سے پیش کیا ہے۔ انھوں نے اپنی جدت طبع سے کام لیتے ہوئے نظم کا قصہ سنانے کے سارے لوازم مہیا کیے ہیں۔ انھوں نے تشریح و تجزیہ کر کے نہ صرف شاعر کی خدمت کی ہے بلکہ قاری پر بھی احسان عظیم کیا ہے۔ ایک کی خدمت کرنے اور دوسرے کو ممنون احسان بنانے سے بلا ارادہ ایک مفید اور دلچسپ چیز کی تخلیق ہوتی ہے۔ یہ مفید اور دلچسپ تنقید ہے میرا جی کو سوچنے اور غور و فکر کرنے کی عادت ہے۔ انھوں نے قاری کو بھی سوچنے سمجھنے کی دعوت عام دی ہے وہ لکھتے ہیں

''اس نظم میں تخیل نے آسودہ نفسی کیفیتوں کے ساتھ مل کر جن الجھے ہوئے سروں کو چھیڑا ہے وہ اس کی سب سے اچھی زینت ہیں''۔ ۷

دوسری نظم ''ادھوری کہانی'' کے عنوان سے ہے میرا جی نے فکری وفنی دونوں لحاظ سے نظم کا تجزیہ پیش کیا ہے۔فکری لحاظ سے انھوں نے قاری کو وہاں تک پہنچانے کی کوشش کی ہے جہاں تک شاعر کی پہنچ ہے ۔فنی لحاظ سے بھی نظم کو پرکھا ہے۔پوری نظم ایک ہی بحر فاعلاتن فطلاتن فعلن میں صرف آخری شعر فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فلعن بحر میں ہے۔اس لحاظ سے یہ نظم ایک تجربہ ہے۔کتاب میں شامل تیسری نظم "اس بازار میں ایک شام" قیوم نظر کی ہے۔اس نظم کو میرا جی نے نیرنگ نظر کا مطالعہ قرار دیا ہے۔میرا جی نے ان الفاظ اور مصرعوں کی بھی نشاندہی کی ہے جو نظم میں موجود کسی راز کی غمازی کرر ہے ہیں ۔میرا جی تنقیدی وتجزیہ کرتے ہوئے کچھ سوال بھی اٹھاتے ہیں مثلاً کس نے بے حسی کی بیڑیاں پہنی ہیں۔

شاعر کے "دوست" نے یا خود شاعر نے تیسرے بند کے آخری مصرع میں "غم دوست" کے کیا معنی ہیں؟ کیا یہ دوست شاعر کی محبوبہ ہے یا وہ مرد دوست جس کے زوال سے وہ متاثر ہے چوتھے بند میں" تیرے تخیل نے" کس کے تخیل نے؟ آخر میں" تیری تہذیب" کس کی تہذیب تخاطب کی تبدیلی اور ابہام نے نظم کو مشکل بنا دیا ہے ہیئت کے لحاظ سے بھی نظم کو پرکھا گیا ہے۔قافیہ ردیف کے نظام پر بھی نظر کی گئی ہے۔ابہام ایک اضافی تصور ہے اور پھر زندگی بھی تو ایک دھندلکا ہے۔ایک بھول بھلیاں،ایک پہیلی۔اسے بوجھ نہ سکے تو ہم زندہ نہیں مردہ ہیں۔

میرا جی نے "ابہام" کا تصور مغرب سے لیا ہے۔میرا جی کو سمجھنے کے لیے ان کی تنقیدی کتاب" مشرق ومغرب کے نغمے" کا مطالعہ ضروری ہے۔اس کتاب میں میرا جی نے ایڈگر ایلن پو،میلارمے، وٹمن ،لارنس،ہائنے، بودلیئر ، چنڈی داس وغیرہ پر تعارفی مضامین لکھے ہیں۔میرا جی کی تنقید کو سمجھنے کے لیے ان مضامین کا مطالعہ ضروری ہے۔"اس بازار میں ایک شام "کے علاوہ اس کتاب میں قیوم نظر کی تین اور نظمیں موجود ہیں جن کا ناقدانہ جائزہ لیا گیا ہے ان کے عنوان درج ذیل ہیں۔

برسات کی رات، حسن آوارہ خیالات پریشان، کسی بھی نظم کا تجزیہ کرنے کے کچھ مقاصد ہوتے ہیں مثال کے طور پر تشریح یا تجزیہ اس طرح کیا جائے کہ نظم کی لذت دوگنی ہو جائے۔وہ حسین سے حسین تر بن جائے۔شاعر نے نظم پر تشبیہات ،استعاروں اور علامتوں کے جو جو پردے ڈالے ہیں نقادان پردوں کو آہستہ آہستہ اٹھاتا جائے تاکہ حسن کی جھلک پردہ اٹھنے کے بعد زیادہ دلکش نظر آئے۔شاعر نے نظم میں فکرو تخیل کے جو گوشے پوشیدہ رکھے ہوں ان تک پہنچنا اور قاری کو بھی پہنچانا نقاد اور شارح کا کام ہے۔محولہ بالا تینوں نظموں کے تجزیے میں میرا جی یہ کام بخوبی سرانجام دیا ہے۔

میرا جی نے نظموں کا تجزیہ کرتے ہوئے جس دقت نظر سے کام لیا ہے بہت کم سخن فہم اس حد کو پہنچے ہیں"انتباہ" کے نام سے فیض احمد فیض کی ایک نظم کا تجزیہ شامل کتاب ہے۔پہلے ہی فقرے میں میرا جی سوال

کرتے ہیں کہ بول کہ لب آزاد ہیں تیرے کس کے لب؟ شاعر کا مخاطب کون ہے؟ پھر خود ہی جواب بھی دیتے ہیں شاعر کا مخاطب کوئی قیدی ہے۔ لیکن زنجیر کو تو ابھی تیار ہونا ہے۔ وہ مخاطب قیدی نہیں بلکہ ایسا شخص ہے جس کی آزادی خطرے میں ہے۔ میرا جی نے نظم کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ ہمیں جا بجا نکتہ آفرینی کے موتی جھلکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں تاجور سامری کی ایک نظم "انتظار" پر تنقیدی رائے دی گئی ہے۔ میرا جی کہتے ہیں اس نظم میں تخیل نے آسودہ نفسی کیفیتوں کے ساتھ مل کر جن الجھے ہوئے سروں کو چھیڑا ہے وہ اس کی سب سے اچھی زینت ہیں۔ "اس نظم میں" کے دیباچہ میں میرا جی رقمطراز ہیں

"شاعر کے نام کی طرف نہیں بلکہ کام کی طرف دیکھا جائے۔"[۸]

تاجور سامری کوئی معروف و مشہور شاعر نہ تھے لیکن ان کی نظم" انتظار" کا خیال یا بیان انھیں پسند آ گیا اور اسے زیر نظر کتاب میں شامل تجزیہ کر لیا گیا۔ سلام مچھلی شہری کی درج ذیل پانچ نظموں پر تنقیدی رائے دی گئی ہے ایسا کیوں ہوتا ہے، ڈرائنگ روم، سڑک بن رہی ہے، مجھ کو آپ سے شکوہ ہے، محاکات میرا جی نے ان نظموں میں سیاسی، سماجی، معاشرتی اور اخلاقی ماحول کو بنیاد بنایا ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے "اس نظم میں" ایک نوجوان کی کہانی بیان کی گئی ہے۔ میرا جی تجزیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ فرائڈ کے چیلوں نے نفسیات کی بحثوں میں کہا ہے کہ جنسی ناکامی انسان کو مناظر فطرت کا دیوانہ بنا دیتی ہے۔ میرا جی چاہتے ہیں۔ کہ ہمارے ہاں ابھی ایسے تجزیے ہونے چاہیں جیسا کہ مغرب میں نفسیات کے تناظر میں شاعری کے لیے کیئے گئے ہیں" ڈرائنگ روم" میں ہمارے طبقاتی تضاد کو پیش کیا گیا ہے۔ میرا جی نے فنی اور فکری دونوں لحاظ سے نظم کو پرکھا ہے

میرا جی کے خیال میں سلام مچھلی شہری کی نظمیں انقلابی ہیں۔ تجربے کے خلوص اور سادگی و پرکاری کی وجہ سے انفرادیت لیے ہوئے بھی ہیں مجھ کو آپ سے شکوہ ہے اس نظم کا تجزیہ کرتے ہوئے میرا جی ہندوستان کے سماجی حالات کی عکاسی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں مغربی اثرات کے باعث جوانی کو بھڑکانے کے سامان تو مہیا ہو رہے ہیں لیکن سماج میں اسی کی تسکین کی طرف توجہ نہیں دی جا رہی لڑکیوں کو سطحی مغربی تعلیم تو دلوائی جا رہی ہے لیکن ان کی صحیح ذہنی تربیت نہیں کی جا رہی ہے محاکات، یہ نظم ایک نفسیاتی مطالعہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ سادگی و پرکاری کے لحاظ سے بھی یہ نظم قابل توجہ ہے۔ مختار صدیقی کی چار نظمیں، ایک تمثیل، دو مغل عمارتیں، رات کی بات، اور میری رانی، شامل تجزیہ ہیں۔

ایک تمثیل، پر تنقیدی رائے دیتے ہوئے میرا جی کہتے ہیں کہ ایڈگر ایلن پو کی نظر میں دنیا کا سب سے زیادہ شعریت سے بھرپور موضوع ایک حسین عورت کی موت ہے۔ اس نقطہ نظر سے اس نظم کو بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مختار صدیقی کو بھی موت اور بیاہ کی مماثلت سے تحریک شعری ہوئی ہے۔ دو مغل عمارتیں، اس نظم کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے میرا جی نے میلارمے اور ہال پری کے نقطہ نظر کو سامنے رکھا ہے۔ رات کی بات، میں تنقیدی کی بجائے تشریح انداز اپنایا گیا ہے۔ میری رانی، میں تلازم خیال کو برتا گیا ہے۔

علی منظوری صرف ایک نظم، بردار نسبتی، پر تنقیدی رائے دی گئی ہے۔ میراجی نے جداگانہ شاعری پر گفتگو کی ہے اور بتایا ہے صرف ہیئت کا انقلاب جدید شاعری کے مفہوم میں شامل نہیں بلکہ موضوع کا انتخاب اور شاعر کا اندازِ نظر کسی نظم کو جدید بناتے ہیں

مقبول حسین احمد پوری کی دو نظمیں۔ برات، اور موہن بابو، اس کتاب میں شامل ہیں، موہن بابو، کے بارے میں میراجی کا خیال ہے وہ یہ نظم کسی انگریزی نظم کو دیکھ کر لکھی گئی ہے۔ دونوں نظموں کا فکری وفنی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ میراجی عطاء سجاد کی نظم و بودائی کہ دراں خضر را عصا خفتت، کو محبت کی ناکامی کا نوحہ قرار دیتے ہیں۔

پرواز جنوں، اور قانون قدرت، احمد ندیم قاسمی کی نظمیں ہیں۔ پرواز جنوں کے بارے میں میراجی کی تنقیدی رائے یہ ہے کہ یہ نظم مثنوی کی طرز پر لکھی گئی ہے۔ قانون قدرت، میں احمد ندیم قاسمی نے تشبیہ اور استعارے کا نیا جہاں پیدا کیا ہے۔ نظم اپنی انفرادی فن کنجاہی نے فنکارانہ نفاست کے ساتھ اس نظم میں یہ بات پیش کی ہے کہ امید کا اجالا مفقود ہونے کی وجہ سے میرے دل میں بلیک آؤٹ ہو گیا ہے۔

محمود جالندھری کی نظم "تعاقب" کا تجزیہ کرتے ہوئے میراجی کہتے ہیں یہ نظم ایک نقطے سے چل کر ایک ایسا خط بناتی ہے جو اگرچہ انجام تک نمایاں رہتا ہے مگر انجام کے بعد بھی اس نظم کی اشاعت اس خط کو ایک دھندلی سی لکیر بنا دیتی ہے۔ نظم میں شاعر کے تخیل کا مرکز کوئی مغربی عورت ہے۔

فضل حسین کیف کی نظم تلاش نو میں منظر کشی سے جذبات نگاری کا کام لیا گیا ہے۔ تشبیہات دلکش ہیں تصورات باقاعدہ ہیں۔ ابہام بھی موجود ہے۔ جوش ملیح آبادی کی چار نظموں، تو اگر واپس نہ آتی دیدنی، ہے آج، رباعیات، اور مہاجن، پر میراجی کی تنقیدی رائے موجود ہے۔

> " تو اگر واپس نہ آتی " کے بارے میں میراجی کہتے ہیں کہ اس نظم کو پڑھ کر مجھ پر ایسی اجاڑ المناک اور سنجیدہ کیفیت طاری ہو گئی تھی جیسی مغربی ناول نویس، اور شاعرہ ایملی برونٹی کی بعض نظموں سے پیدا ہوتی ہے۔ ایملی برونٹی کے ناول، ودرنگ ہائٹس، کے جذبہ محبت کا گھنا اور گرم جادو تو اس نظم کے تاثر سے بہت ملتا دیدنی ہے، اس پر تنقیدی رائے دیتے ہوئے میراجی کہتے ہیں کہ جوش کا ذہن فارسی ادب سے متاثر ہے اور اسی کا دل ہندوستان سے متاثر ہے یہ نظم تصورات کے لحاظ سے ایک شاہکار ہے۔ مہاجن، سرمایہ داری کے خلاف ایک ردعمل ہے۔ مطلبی فرید آبادی کی نظم، تیرے ہی بچے تیرے ہی بالے، بین الاقوامی سیاست کی پیداوار ہے۔

جھیل کے کنارے، مسعور علی ذوقی کی نظم ہے میراجی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ جنسی تسکین کی غیر موجودگی انسان کو مناظر فطرت کی طرف مائل کر دیتی ہے۔ نظم میں الفاظ کی صوتی نزاکت اور تصورات کی نفاست شاعر کی انفرادیت کو نشو و نما دے رہی ہے اور تھکن کا اظہار بھی کر رہی ہے۔ جنگل میں

اتوار، زندگی اور صدائے آوارہ یوسف ظفر کی نظمیں ہیں جنگل میں اتوار، کے بارے میں میرا جی کا خیال ہے کہ عنوان میں شائد " جنگل میں منگل " کی رعایت سے اتوار کی تبدیلی کی گئی ہے۔اس نظم کے دو نمایاں پہلو ہیں پہلا تفریح ہے دوسرا تعلیمی پہلو ہے۔نظم صدائے آوارہ کی نوعیت عشقیہ ہے۔اس نظم میں موجود کنایہ اور تلازم خیال نفسیات کے عین مطابق ہے۔

" جواب تغافل " عبدالحمید عدم کی نظم ہے میرا جی کہتے ہیں ایک ناہید اور ایک پختہ عورت کے باہمی تضاد میں جو باریک اختلافات ہیں ان کا مطالعہ عدم، نے بہت خوبصورتی سے کیا ہے۔شاعر کی ذہانت ،طبیعت کی پختگی اور تجربہ کاری کا اظہار نظم میں جا بجا ہے ۔عدم کی یہ نظم ایک صحت مندانہ لذت کی حامل ہے اور یہ صحت مندانہ لذت سنسکرت ادب میں ہر جگہ دکھائی دیتی ہے۔

چاندنی رات، اور طنبورہ کائنات، روشن دین تنویر کی نظمیں ہیں ۔تنقیدی رائے دیتے ہوئے میرا جی کہتے ہیں کہ اس نظم میں دو لفظ قابل غور ہیں مرمر اور جہاں فن شاہجہاں شاعر کے دل سے پیدا ہوتا ہے بلکہ ہر شے، ہر چیز یہ تارے شعلۂ تخیل کے شاعر کے شرارے ہیں۔طنبورہ کائنات یہ نظم داخلی کیفیات کی عکاسی کرتی ہے۔طنبورہ ساز دل کا نمونہ ہے۔

رس بھرے ہونٹ ایم۔ڈی، تاثیر کی نظم ہے اس نظم میں تاثیر نے ایک نفسیاتی کیفیت بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔تشبیہ اور استعارے کے تصورات سے جو کام مغربی خصوصاً فرانسیسی اور جرمن شعراء نے لیا۔ اس سے ہمارے شعراء ناواقف تھے لیکن تاثیر نے اس نظم کے اشعار سے بالواسطہ تاثیر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔تخلص غزل کی پیداوار ہے لیکن تاثیر نے اس نظم میں اپنا تخلص ،استعمال کیا ہے جو ایک فنی عیب ہے۔

ساقی نامہ، سید عابد علی عابد کی نظم ہے میرا جی کہتے ہیں کہ یہ ساقی نامہ ایک ایسے شاعر کے بہاریں تاثیر کا ترجمان ہے جو ذہنی طور پر ایک انفرادیت کا مالک ہے۔غزل کی ردیف اس تن آسانی کو صاف ظاہر کرتی ہے۔جو پہلے پیدا شدہ جوش کا ردعمل ہے ۔

اختر شیرانی کی نظم، ننھا قاصد اس تنقیدی مجموعے کی آخری نظم ہے۔یہ نظم نفسیاتی لحاظ سے قابل تعریف ہے اس نظم کی شگفتگی ہر لحمہ تازہ رہنے والی ہے۔اس میں ایک معصومیت ہے۔فن کار نے وقت کی تبدیلی کے ساتھ ننھے قاصد اور عاشق نوجوان کی ذہنی نشو ونما کا لحاظ بھی رکھا ہے۔

میرا جی نے نظموں کا ایسا تجزیہ کیا ہے کہ جا بجا نکتہ آفرینی کے موتی چمکتے دکھائی دیتے ہیں ۔ لیکن یہ تجزیے پڑھ کر دل میں بے اختیار یہ بات آتی ہے کہ تجزیہ اتنا زیادہ طویل نہیں ہونا چاہیے تھا۔میرا جی کے تجزیوں میں زور، روانی، تسلسل اور لہجے کا یقین سب کچھ ہے سید وقار عظیم کا تبصرہ محل نظر ہے۔

> "در تنقید، تفسیر اور تجزیہ اس لیے کرتے ہیں ان کے چھپے ڈھکے ہوئے حسن کو بے نقاب کریں۔
> اس کی لفظی اور فنی اور اس سے بھی زیادہ اس کی معنوی خوبیوں سے خود نقاد کے دل پر حسن کے
> جذب وکشش کے جو نقوش بنے ہیں وہی نقش وہ دوسروں کے دلوں پر بھی کھینچنا چاہتا ہے۔"۹

میرا جی کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ ان کی نظر مغربی اور مشرقی دونوں قسم کی شاعری پر تھی۔ انہوں نے نظم کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے مغربی اصولوں کو خاص طور پر مدنظر رکھا ہے لیکن ان کی نظر مشرقی اصولوں پر بھی تھی۔ انھوں نے اپنی تنقید میں جن جن چیزوں کو اصول کی طرح برتاؤ ہے ان میں کسی منطق کو دخل نہیں۔ ان کی تنقید حسن کی پرستار ہے۔

☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ صلاح الدین، احمد میرا جی کی نثر مشمول میرا جی۔ ایک مطالعہ، مرتب ڈاکٹر جمیل جالبی۔ سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور: ۱۹۹۰ء ص ۴

۲۔ ایضاً ص ۸

۳۔ ڈاکٹر انور سدید، اُردو ادب کی تحریکیں، انجمن ترقی ادب پاکستان کراچی: ۱۹۹۷ء ص ۹

۴۔ میرا جی، اس نظم میں، سٹی پریس بک شاپ صدر کراچی: ۲۰۰۲ء ص ۹

۵۔ ایضاً ص ۱۰

۶۔ ڈاکٹر جمیل جالبی، تنقید اور تجزیہ، یونیورسل بکس لاہور: ۱۹۸۸ء ص ۲۰۹

۷۔ میرا جی، اس نظم میں، سٹی پریس بک شاپ صدر کراچی: ۲۰۰۲ء ص ۳۱

۸۔ میرا جی، اس نظم میں، سٹی پریس بک شاپ صدر کراچی: ۲۰۰۲ء ص ۱۰

۹۔ وقار عظیم، میرا جی کی تنقید مشمول میرا جی۔ ایک مطالعہ، مرتب ڈاکٹر جمیل جالبی۔ سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور: ۱۹۹۰ء ص ۴

کتابیات

ابتدائی ماخذ

۱۔ میرا جی، اس نظم میں، سٹی پریس بک شاپ، صدر کراچی: ۲۰۰۲ء

۲۔ ڈاکٹر انور سدید، اُردو ادب کی تحریکیں، انجمن ترقی ادب پاکستان کراچی: ۱۹۹۷ء

ثانوی ماخذ

۱۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، (مرتب) میرا جی۔ ایک مطالعہ سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور: ۱۹۹۰ء